سوال

(631) مروّجہ قدم بوسی کی شرعی حیثیت

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دورانِ سفر ایک مولوی صاحب کو دیکھا گیا کہ معتقدین ان کے پاؤں، گھٹنے اور ہاتھ چوم رہے ہیں۔ میں نے اس پر اعتراض کیا تو انھوں نے اس کے ثبوت میں ایک دو روایتیں لکھ کر مجھے دیں جو یہ ہیں:

وعن بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سأل اعرابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ تدل علی انہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ قل لتلک الشجرۃ رسول اللہ یدعوک فدعاہا فمالت الشجرۃ عن یمینہا و شمالہا و بین یدیہا و خلفہا فتقطعت عروقہا ثم جاءت تخد الارض تجر عروقہا مغبرۃ حتی وقفت بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت 'السلام علیک یا رسول اللہ' قال الاعرابی مرہا فلترجع الی منبتہا فرجعت فدلت عروقہا فاستوت فقال الاعرابی ائذن لی ان اسجد لک (ای بعد ان اٰمن کما صرح فی روایۃ) فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا فقال الاعرابی فأذن لی اقبّل یدیک و رجلیک (رواہ البزار) واخرجہ العلامہ زینی دحلان المکی، ص: ۳۰۳، ج: ۲)

وَفِی السِّیرَۃِ اَیْضًا وَشَرح الْمَوَاہِبِ فِی قِصَّۃِ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ۔ اِنَّہُمْ دَخَلُوا عَلَی النَّبِیِّ فَتَبَادَرُوا یُقَبِّلُوْنَ یَدَہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَہٗ... الخ (ص: ۱۵۰، ج: ۳) وَفِی الدُّرِ الْمُخْتَارِ طلب من عالم او زاہد ان یدفع الیہ قدمہ ویمکنہ من قدمہ لِیُقَبِّلَہٗ اجابہ و قیل لا یرخص...

وَفِی رَدِّ الْمُخْتَار یَدْفَعُ اِلَیہِ قدمہ اجابہ لما اَخْرَجَہُ الحَاکِمُ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ! اَرِنِی شَیْئًا اَزْدَادُ بِہٖ یَقِیْنًا فَقَالَ اِذْہَبْ اِلٰی تِلْکَ الشَّجَرَۃِ... فَادْعُہَا فَذَہَبَ اِلَیْہَا فَقَالَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ یَدْعُوکَ فَجَاءَتْ حَتّٰی سَلَّمَتْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہَا ارْجِعِی فَرَجَعَتْ قَالَ ثُمَّ اَذِنَ لَہٗ فَقَبَّلَ رَأْسَہٗ وَرِجْلَیْہِ وَقَالَ الحَاکِمُ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ۔ (شامی، ص: ۳۷۸، ج: ۵)

براہِ کرم ارشاد فرمائیں کہ ان کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ ساتھ میں اصل مسئلہ پر ممکن روشنی ڈال دیجیے گا۔ (بندہ محمد بشیر لکی شاہ صدر، ضلع دادو، سندھ)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

(۱) اس بارے میں اصل امر ثابت صرف مصافحہ ہے۔ بکثرت احادیث اس کے ثبوت و فضیلت میں وارد ہیں اور اسی پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔ کسی صحیح حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ صحابہ کرام مصافحہ کے علاوہ تعظیماً آنحضرت ﷺ کے ... یا آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ پاؤں چومتے ہوں۔

علامہ محمد منیر دمشقی رحمہ اللہ، شرح ''عمدۃ الاحکام'' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

‘لَم یَرِدْفِی الصَّحِیحِ اَنَّ اَحَدًا مِنَ الصَّحَابَۃِ کَانَ یُقَبِّلُ یَدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا یُقَبِّلُ بَعْضُھُمْ یَدَ بَعْضٍ‘ (ص: ۴۳، ج: ۳)

(۲) بعض روایات میں ہاتھ چومنے کے دو تین شاذ واقعے ملتے ہیں اگر ان کی روایتی حیثیت کچھ ہو بھی تو وہ غیر ارادی طور پر محض اظہارِ محبت پر محمول ہوں گے جیسا کہ عربوں میں ایسا قومی رواج تھا۔ اور اب بھی غالباً پایا جاتا ہے کہ وہ پیشانی، پہلو، شانے وغیرہ ملاقات کے وقت بعض دفعہ چومتے ہیں بلکہ رخسار بھی۔ چنانچہ یہ واقعات بھی بالکل تازہ اسلام قبول کرنے والے لوگوں سے واقع ہوئے ہیں اور آں حضرت ﷺ نے معمول کے مطابق ہونے یا بعض مصالح کی بنا پر ان کو روکا نہیں لیکن اس کو امر تشریعی سے کوئی تعلق نہیں، ورنہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم آپ سے یہ معاملہ عموماً کرتے جس کا صریح و صحیح ثبوت کوئی نہیں۔

علاوہ ازیں جھک کر ہاتھ چومنے کا ذکر ان روایات میں بھی نہیں جیسا کہ پیر پرست حلقوں کا معمول ہے۔

(۳) مروّجہ قدم بوسی اور گھٹنوں بوسی کی مشروعیت پر کوئی دلیل نہیں... جو دو روایتیں آپ کو دی گئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ نہ وہ مروّجہ قدم بوسی کی دلیل ہو سکتی ہے۔

(الف) بریدہ والی روایت کی سند میں صالح بن حیان ایک راوی ہے جو سخت مخدوش ہے۔ ''مجمع الزوائد'' (ص: ۱۰، ج: ۹) میں ہے: ‘رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَفِیہِ صَالِحُ بْنُ حَیَّانَ وَہُوَ ضَعِیفٌ‘ ''تقریب التہذیب'' (ص: ۸۷) میں ہے: ‘ضَعِیفٌ‘ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ‘فِیہِ نَظَرٌ‘ (یہ بھی محلِ نظر ہے) (تاریخ صغیر، ص: ۷۵)، التعلیقات السلفیہ علی سنن نسائی (ص: ۱۶۵، ج: ۲) میں بحوالہ ''میزان الاعتدال''، حافظ ذہبی اور '''تہذیب حافظ ابن حجر، امام ابن معین، امام ابوداؤد، امام بخاری، امام نسائی، حافظ ابن حبان، حافظ دار قطنی، حربی سے اس کی سخت تضعیف نقل کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت سخت مخدوش ہے۔ رہی امام حاکم کی تصحیح تو ان کا تساہل مشہور ہے۔ اس بارے میں اہل فن ان پر اعتبار نہیں کرتے۔ اس لیے روایت ناقابلِ اعتماد ہی قرار پاتی ہے۔

(ب) وفد عبدالقیس والی روایت بھی قابلِ حجت و اعتماد نہیں۔ اس کی سند میں مطر بن عبدالرحمن الاعنق ایک راوی ہے جس کے متعلق ''سنن نسائی'' کے حاشیہ پر ''تہذیب'' (ص: ۱۴، ج: ۱) کے حوالہ سے لکھا ہے: ‘یَرْوِی الْمَقَاطِعَ‘ (التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی، ص: ۱۶۵، ج: ۱) ''یہ راوی مقطوع روایتیں بیان کرتا ہے۔''

(ج) یہ واقعہ بھی عرب کی قومی عادت کی بناء پر فرطِ محبت کے نتیجے میں ہو گیا ہے۔ بطورِ امر شرعی نہیں۔ قرینہ اس پر یہ ہے کہ یہ وفد حدیث العہد بالاسلام (اسلام کے شروع زمانہ میں) تھا۔ ایسی معمول باتوں کو ابتداء میں آں حضرت ﷺ نظر انداز فرما دیا کرتے تھے۔ ایسے ہی موقع کے لیے علماء کا اصول ہے: ‘وَاقِعَۃُ عَیْنٍ لَا عُمُومَ لَہَا‘ (ایک اتفاقی واقعہ سے... عموم ثابت نہیں ہوتا)...... (۹ مارچ ۱۹۸۴ء)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

جلد: 3، متفرقات: صفحہ: 638

محدث فتویٰ